بسم اللہ الرحمن الرحیم

افادات: مجلس حضرت مولانا مفتی رضاء الحق حفظہ اللہ تعالی

تحقیق، تدوین اور تحریر:

مفتی عامر بن مولانا ممتاز الحق نذیر

دار العلوم زکریا

۹ نومبر ۲۰۲۵

۱۸ جمادی الأولی ۱٤٤۷

الحمدُ للہِ نحمدُہُ ونستعینُہُ ونستغفرُہُ ونؤمنُ بہِ ونتوکلُ علیہِ، ونعوذُ باللہِ من شرورِ أنفسِنا ومن سیئاتِ أعمالِنا، من یھدِہِ اللہُ فلا مضلَّ لہُ ومن یضلِلْہ فلا ھادیَ لہُ

وأشھدُ أن لا إلہَ إلا اللہُ وحدَہُ لا شریکَ لہُ، وأشھدُ أنَّ سیِّدَنا ومولانا محمّدًا عبدُہُ ورسولُہُ، صلّی اللہُ علیہِ وعلی آلِہِ وصحبِہِ وأزواجہ و عترتہ أجمعین•

أما بعد

أعوذ باللہ من الشیطان الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

أَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ ٱللَّهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ أَصْلُهَا ثَابِتٌ وَفَرْعُهَا فِى ٱلسَّمَآءِ ۝

تُؤْتِيَ أُكُلَهَا كُلَّ حِينٍۭ بِإِذْنِ رَبِّهَاۗ وَيَضْرِبُ ٱللهُ ٱلْأَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ۰ (إبراهيم ٢٤-٢٥)

محترم دوستوں، ساتھیوں اور علمائے کرام!

ہم سب کے سامنے علمائے کرام کی نصیحتیں، ان کا علم، اور ان کی با برکت گفتگو پیش کی گئی۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ان سب کی زندگیوں میں برکت عطا فرمائے۔ آج خوبصورت تلاوت بھی ہوئی، نعت اور حمد بھی سننے کا شرف حاصل ہوا، اور آخر میں جن آیات کی تلاوت ہوئی، انہی آیات کے آغاز کو میں نے بھی آپ کے سامنے پڑھا۔ آج کی ہماری مجلس کی گفتگو انہی مبارک آیات کے معانی و مضامین پر ہوگی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور وصیت یہ تھی کہ جب لوگ جمع ہو جائیں—خصوصاً علم کے طلبگار—تو ان میں سے کوئی صاحب انہیں دین کی باتیں سنائے، نصیحت اور خیرخواہی کی باتیں کرے۔ یہ مجلس کے آداب میں سے ہے کہ مجلس میں علمائے دین کی باتیں بیان کریں۔

ترمذی شریف کی روایت میں ہے:

عَنْ أَبِي هَارُونَ الْعَبْدِيِّ، قَالَ كُنَّا نَأْتِي أَبَا سَعِيدٍ فَيَقُولُ مَرْحَبًا بِوَصِيَّةِ رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ " إِنَّ النَّاسَ لَكُمْ تَبَعٌ وَإِنَّ رِجَالاً يَأْتُونَكُمْ مِنْ أَقْطَارِ الأَرَضِينَ يَتَفَقَّهُونَ فِي الدِّينِ فَإِذَا أَتَوْكُمْ فَاسْتَوْصُوا بِهِمْ خَيْرًا " .

(رواه الترمذي #٢٦٥٠)

ابو ہارون عبدي روایت کرتے ہیں کہ ہم حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کے پاس آیا کرتے تھے۔

وہ ہمیں دیکھ کر فرمایا کرتے:

‘رسول اللہ ﷺ کی وصیت کے مہمانو! خوش آمدید!’

پھر کہتے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا:

‘لوگ تمہاری پیروی کریں گے، اور بہت سے مرد چاروں طرف کے علاقوں سے تمہارے پاس دین کی سمجھ حاصل کرنے کے لیے آئیں گے،

پس جب وہ تمہارے پاس آئیں تو ان کے ساتھ حسنِ سلوک کرنا اور ان کی خوب خیرخواہی کرنا۔” (ترمذي)

یعنی مختلف علاقوں سے لوگ دین سمجھنے اور فقہ حاصل کرنے کے لیے تمہارے پاس آئیں گے، تو جب وہ آجائیں تو ان کے لیے خیر خواہی کا اہتمام کرو؛ انہیں خیر کی بات بتاؤ؛ یا کسی سے درخواست کرو کہ وہ انہیں دین کی بات سمجھائے۔

یہ علم کی مجلس کے آداب میں سے ہے کہ مجلس میں دین کی بات ضرور بیان کی جائے—چاہے خود بیان کی جائے یا کسی مناسب شخص سے کروائی جائے—اور درخواست کرنے پر وہ یہ نہ کہے کہ “میں کچھ نہیں کہہ سکتا” ، بلکہ اللہ پر بھروسہ کرتے ہوئے کوئی نہ کوئی دینی بات سنا دے۔ جب کوئی شخص ممبر یا کرسی پر بیٹھتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس کی زبان پر خود خیر کی بات ڈال دیتے ہیں۔

تبلیغی جماعت والے حضرات جو چار مہینے، چالیس دن، اور مختلف مدّتوں کے لیے اللہ کے راستے میں نکلتے ہیں، اس کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے سینے کھول دیتے ہیں، اور دین کی پیاری پیاری باتیں ان کے دلوں اور زبانوں پر جاری فرما دیتے ہیں۔ جیسے ابھی آپ نے سنا کہ حضرت مفتی شفیع صاحب رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ جب ہم تبلیغ والوں کے ساتھ بیٹھتے ہیں، تو ان سے کوئی نہ کوئی نئی اور اچھی بات ضرور معلوم ہوتی

ہے۔ اللہ تعالیٰ دل کو کھول دیتے ہیں، اور کئی باتیں اجتہادی ہوتی ہیں جو انسان اپنی محنت کی برکت سے خود کہہ دیتا ہے—اور وہ بھی اچھی ہوتی ہیں۔

آج کی مجلس میں ذکر کے موضوع پر گفتگو ہوئی، اور ہمارا یہاں جمع ہونا بھی اسی مقصد سے ہے۔ میں یہ بات کئی مرتبہ عرض کر چکا ہوں کہ ذکر صرف زبان کا عمل نہیں؛ حقیقی ذکر وہ ہے جو دل میں اُتر کر دل کو اللہ کی طرف متوجہ کردے۔

ملا علی قاری نے ایک بزرگ کا واقعہ نقل کیا ہے کہ:

"میں طواف کر رہا تھا، تو اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں ڈالا کہ ایک شخص بھی طواف کر رہا ہے، لیکن اس کا دل بازار اور تجارت میں مشغول ہے—جیسے ہم نماز پڑھتے ہیں اور بھول جاتے ہیں کہ کتنی رکعتیں ہوئیں، کیونکہ دل متوجہ نہیں ہوتا۔ اصل دل ہے، دل پر محنت کی ضرورت ہے—پھر میں نے دیکھا کہ مکہ مکرمہ کے بازار میں ایک آدمی بیٹھا کوئی چیز فروخت کر رہا ہے، اور اس کا دل اللہ کے ذکر میں لگا ہوا ہے۔

پہلے آدمی نے اپنی عبادت کو بازار بنا لیا، اور دوسرے آدمی نے اپنے بازار کو عبادت بنا لیا!"

اصل معیار دل کا تعلق ہے۔

اسی لیے حدیث میں آتا ہے کہ حضرت یوشع علیہ السلام نے جہاد پر روانگی کے وقت فرمایا:

عن أبي هريرة قال، قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم

" غَزَا نَبِيٌّ مِنَ الأَنْبِيَاءِ فَقَالَ لِقَوْمِهِ لاَ يَتْبَعْنِي رَجُلٌ قَدْ مَلَكَ بُضْعَ امْرَأَةٍ وَهُوَ يُرِيدُ أَنْ يَبْنِيَ بِهَا وَلَمَّا يَبْنِ، وَلاَ آخَرُ قَدْ بَنَى بُنْيَانًا وَلَمَّا يَرْفَعْ سُقُفَهَا، وَلاَ آخَرُ قَدِ اشْتَرَى غَنَمًا أَوْ خَلِفَاتٍ وَهُوَ مُنْتَظِرٌ وِلاَدَهَا . (١) (رواه مسلم #١٧٤٧)

“میرے ساتھ وہ شخص نہ جائے جس نے ابھی نکاح کیا ہے اور رخصتی باقی ہے (کیونکہ اس کا دل بیوی میں لگا ہوگا)، میرے ساتھ وہ نہ جائے جس نے گھر بنایا ہے اور اب تک چھت نہیں ڈالی، (کیونکہ اس کا دل اپنے گھر کی فکر میں رہے گا)، اور وہ بھی نہ جائے جس کے پاس بکریاں، گائیں یا اونٹنیاں ہوں جو گابھن ہوں—(کیونکہ اس کا دل اپنے مویشیوں سے ہٹا نہیں ہوگا)”

یعنی اصل چیز دل کی توجہ ہے: دل اگر اللہ کی طرف ہو تو کام بن جاتا ہے۔

وہ مشہور واقعہ ہے کہ کہتے ہیں: مجنون اپنی اونٹنی پر سوار ہوا، اور اونٹنی کا بچہ گھر پر چھوڑ رکھا تھا۔ اونٹنی آگے بڑھتی رہی، لیکن مجنون اپنے خیالات میں گم تھا، اپنی محبوبہ کے تصور میں۔ کچھ دیر کے بعد اسے محسوس ہوا کہ اونٹنی دوبارہ پلٹ آئی ہے، اس لیے کہ اس کا بچہ گھر پر تھا اور اونٹنی کا دل اپنے بچے میں لگا ہوا تھا۔

مجنون نے پھر اسے آگے بڑھایا اور اس کو دوبارہ چلتا کر دیا، مگر چونکہ وہ شاعر تھا اور اپنے ہی تخیلات میں ڈوبا رہا، نتیجہ یہ ہوا کہ اونٹنی دوبارہ واپس آ گئی۔ حقیقت یہی ہے کہ اصل چیز دل کی ہے۔ اسی کیفیت کے اظہار میں مجنون نے شعر کہا:

تُطِيعُ الهَوَى نَاقِي وَقَلْبِي عَصِيَّةٌ

وَقَدْ قُدِلَا مِنِّي بِوَادٍ وَمَوْطِنِ

هَوَى نَاقَتِي خَلْفِي وَقُدَّامِي الهَوَى

وَإِنِّي وَإِيَّاهَا لَمُخْتَلِفَانِ

أُرِيدُ بِلَادًا هِيَ أَمَامِي وَنَاقَتِي

تُرِيدُ بِلَادًا هُنَّ مِنْهَا مُكَانِ

“میری اونٹنی اپنی خواہش کے پیچھے چلتی ہے، جبکہ میرا دل مخالفت کرتا ہے،حالانکہ میں دونوں کو وادیوں اور ٹھکانوں سے گزار چکا ہوں۔

میری اونٹنی کی محبوب چیز (اس کا بچہ) جو پیچھے رہ گیا ہے، اور میری محبوبہ آگے ہے۔ یوں ہم دونوں کے راستے الگ الگ ہیں: وہ پیچھے پلٹ جاتی ہے اور میں آگے بڑھنے کی کوشش کرتا ہوں۔

میں اس سرزمین تک پہنچنا چاہتا ہوں جو میرے سامنے ہے،مگر میری اونٹنی اس سرزمین کی طرف لوٹنا چاہتی ہے جہاں سے وہ آئی تھی۔”

اس لیے نماز ہو یا کوئی بھی نیک عمل ہو—اصل یہ ہے کہ انسان کا دل متوجہ ہو۔

یہ واقعہ بھی بہت مشہور ہے کہ ایک مرتبہ حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کی خدمت میں گنگوہ تشریف لے گئے۔ دیر ہو چکی تھی اور عشاء کی نماز ادا ہو چکی تھی جب یہ قافلہ پہنچا۔

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ ہمارے اکابرین کے لیے مرکزی حیثیت رکھتے تھے۔ سب حضرات—جیسے حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ، حضرت شیخ الہندؒ، حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ، حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ—ان کی طرف رجوع فرماتے تھے، ان سے فیض حاصل کرتے تھے، اور ان کے ارشادات پر عمل پیرا ہوتے تھے۔ حضرت تھانویؒ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کے انتقال کے بعد ہم نے حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ سے عرض کیا کہ اب مشکل اور اہم معاملات میں ہم آپ ہی کی طرف رجوع کیا کریں گے۔

خیر، جب یہ قافلہ گنگوہ پہنچا تو بعض ساتھیوں نے کہا کہ:

“ہم جلدی سے نماز پڑھ لیتے ہیں، پھر کھانا کھائیں گے۔”

حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ نے فرمایا:

“نہیں، ایسا نہیں۔ ہم پہلے کھانا کھائیں گے، پھر نماز پڑھیں گے۔”

اور اس کی وجہ بیان فرمائی:

“اگر پہلے کھانا کھائیں گے تو دل نماز میں متوجہ رہے گا، اور یہی کھانا بھی ہمارے لیے عبادت بن جائے گا۔ لیکن اگر ہم بھوکے نماز پڑھیں گے تو نماز میں دل کھانے ہی میں لگا رہے گا، اور ہماری نماز کھانا بن جائے گی!

ہم چاہتے ہیں کہ اپنے کھانے کو نماز بنائیں، نہ یہ کہ اپنی نماز کو کھانا بنا لیں!”

اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے—اور احادیث میں یہ مضمون موجود ہے—کہ جب شام کا کھانا اور نماز دونوں ایک ساتھ آجائیں تو پہلے ضروری کھانے سے فارغ ہو جاؤ، پھر نماز ادا کرو۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم " إِذَا وُضِعَ عَشَاءُ أَحَدِكُمْ وَأُقِيمَتِ الصَّلاَةُ فَابْدَءُوا بِالْعَشَاءِ وَلاَ يَعْجَلَنَّ حَتَّى يَفْرُغَ مِنْهُ " . (مسلم۵۵۹#)

اکثرعلماء فرماتے ہیں کہ اس کا تعلق رمضان سے ہے، لیکن رمضان کے علاوہ بھی صحابۂ کرام رضی اللہ عنہ بھوک اور افلاس کی زندگی گزارتے تھے، اکثر اوقات بھوکے ہی رہتے تھے۔

حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ کی نہایت لطیف بات ہے۔ وہ فرمایا کرتے تھے کہ:

“یہ مسئلہ کہ پہلے کھانا کھایا جائے اور نماز بعد میں پڑھی جائے—یہ تو صحابۂ کرام کے لیے خاص تھا جو فاقہ کش اور بھوکے رہتے تھے؛ ہمارے جیسے شکم سیر لوگوں کے لیے نہیں!”

ہمارا کھانا پینا تو محض عادت بن چکا ہے—نہ فجر کے بعد واقعی ضرورت ہوتی ہے پھر بھی کہتے ہیں ناشتہ ملنا چاہیے، نہ دوپہر کو، نہ شام کو—مگر وقت آتے ہی کھانے کا مطالبہ ضرور ہوتا ہے، چاہے ضرورت ہو یا نہ ہو۔"

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے:

"شریعت نے 'وقت' کو نماز کا سبب بنایا ہے؛ یعنی جب وقت داخل ہو جائے تو نماز ادا کرو۔ اسی طرح روزے کے لیے بھی اوقات مقرر کیے—وقت ہو جائے تو افطار کیا جائے، اور وقت ہو جائے تو سحری کھائی جائے۔ لیکن ہم لوگوں نے اوقات کو کھانے پینے کا سبب بنا لیا ہے۔ بس وقت ہوا تو کھانے کو ضروری سمجھ لیا، خواہ حقیقی حاجت ہو یا نہ ہو۔"

عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ذکر صرف زبان سے نہیں ہونا چاہیے؛ بلکہ ذکر کی حقیقت دل میں اترنی چاہیے۔ جب ہم "لا إله إلا الله" پڑھیں تو دل میں یہ یقین ہو کہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے؛ وہ مختارِ کُل ہے، عالم الغیب ہے، ہر شے کا مالک ہے؛

وہ دینا چاہے تو کوئی روک نہیں سکتا، اور اگر نہ دینا چاہے تو پوری دنیا مل کر بھی نہیں دے سکتی۔

مَا يَفْتَحِ اللهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا ۖ وَمَا يُمْسِكْ فَلَا مُرْسِلَ لَهُ مِنْ بَعْدِهِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ (فاطر ٢)

"اللہ جس رحمت کا دروازہ لوگوں کے لیے کھول دے، اسے کوئی بند نہیں کر سکتا؛ اور جس رحمت کو وہ روک لے، اسے اس کے بعد کوئی بھی جاری نہیں کر سکتا۔ اور وہی غالب، حکمت والا ہے۔ (فاطر ٢)

یہ حقیقت دل میں بیٹھ جائے — یہی توحید ہے۔

لیکن اگر صورت یہ ہو کہ "لا إله إلا الله" زبان سے پڑھتے رہیں، اور جیسے ہی کسی قبر کے پاس پہنچیں تو وہاں جا کر اپنی حاجت اس بزرگ سے مانگنا شروع کر دیں—

"اے فلاں بزرگ! ہمیں یہ دے دو، وہ دے دو"—

تو پھر ہمارے دل میں توحید کی حقیقت نہیں اتری۔

پھر تو حال وہی ہوگا کہ ہندو جن کی عبادت کرتے ہیں وہ ہیں کھڑے کھڑے، اور کچھ مسلمان جن سے مانگتے ہیں وہ قبروں میں پڑے پڑے ہیں، یعنی لیٹے ہوئے بزرگ —صرف 'کھڑے' اور 'پڑے' کا فرق رہ گیا!

ہاں! قبروں پر جاؤ، ضرور جاؤ— لیکن ان بزرگوں کے لیے دعا کرو، اپنے لیے دعا کرو، ان کے وسیلے سے اللہ سے مانگو; یہ درست ہے، لیکن یہ کہنا:

"یا غوثِ اعظم! ہماری مدد کیجئے یا "یا قطب الاقطاب! ہماری مدد کیجئے"—یہ شریعت اور عقیدۂ توحید کے خلاف ہے۔

تو میں عرض کر رہا تھا کہ اصل توحید اور کلمے کی حقیقت یہی ہے کہ لا إله إلا الله ہمارے دلوں میں راسخ اور پختہ ہو جائے۔

قرانِ کریم میں اللہ تعالیٰ نے ایک نہایت عجیب مثال بیان فرمائی ہے کلمۂ طیبہ کے متعلق۔

"أَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ ٱللَّهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ أَصْلُهَا ثَابِتٌ وَفَرْعُهَا فِى ٱلسَّمَآءِ•"

تُؤْتِىٓ أُكُلَهَا كُلَّ حِينٍۭ بِإِذْنِ رَبِّهَا ۗ وَيَضْرِبُ ٱللَّهُ ٱلْأَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ• (إبراهيم ٢٤-٢٥)

"کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ کیسے مثال بیان فرماتا ہے؟

کلمہ طیبہ ایسا ہے جیسا پاکیزہ درخت—

جس کی جڑ مضبوط ہو اور جس کی شاخیں آسمان میں ہوں۔

وہ اپنے رب کے حکم سے ہر وقت پھل دیتا رہتا ہے۔

اور اللہ لوگوں کے لیے مثالیں بیان کرتا ہے تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔"
(إبراهيم ٢٤-٢٥)

یہ کلمۂ طیبہ—لا إله إلا الله محمد رسول الله— وہ کلمہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے نجات کا ذریعہ قرار دیا ہے۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم فرماتے تھے کہ اس کلمے سے بہتر کوئی کلمہ نہیں؛ اگر اس سے بہتر کوئی دوسرا کلمہ ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسے ابوطالب پر پیش فرماتے، لیکن آپ ﷺ نے صرف یہی کلمہ پیش کیا: لا إله إلا الله۔

یہ وہ کلمہ ہے کہ اس سے کوئی چیز آگے نہیں بڑھ سکتی؛ اور جب یہ اوپر چڑھتا ہے تو اس کے لیے آسمانوں کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، رضى الله عنه قَالَ قَالَ رَسُولُ الله صلى الله عليه وسلم " مَا قَالَ عَبْدٌ لاَ إِلَهَ إِلاَّ الله قَطُّ مُخْلِصًا إِلاَّ فُتِحَتْ لَهُ أَبْوَابُ السَّمَاءِ حَتَّى تُفْضِيَ إِلَى الْعَرْشِ مَا اجْتَنَبَ الْكَبَائِرَ." (رواه الترمذي ٣٥٩٠#)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"جب کوئی بندہ خالص اخلاص کے ساتھ لا إله إلا الله کہتا ہے تو اس کے لیے آسمانوں کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں، یہاں تک کہ وہ (کلمہ) عرش تک پہنچ جاتا ہے—بشرطیکہ وہ کبیرہ گناہوں سے پرہیز کرے۔" (ترمذي)

اللہ تعالی فرماتے ہیں:

إِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ، وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهُ

(سورۂ فاطر، آیت ۱۰)

“اُسی کی طرف پاکیزہ کلمات چڑھتے ہیں، اور نیک عمل انہیں اسے اوپر اٹھاتا ہے۔”

تفسیر ابن کثیر میں ہے:

وقوله : (والعمل الصالح يرفعه) : قال علي بن أبي طلحة ، عن ابن عباس : الكلم الطيب : ذكر الله ، يصعد به إلى الله ، عز وجل ، والعمل الصالح : أداء فرائضه .

“اور اللہ تعالیٰ کے فرمان “وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهُ” کے بارے میں:

علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس (رضي الله عنهما) سے روایت کیا کہ:

“اکلم الطیب” سے مراد اللہ کا ذکر ہے؛

یہ اللہ تعالیٰ کی طرف اوپر چڑھتا ہے۔

اور “عملِ صالح” سے مراد اللہ کی فرائض کی ادائیگی ہے۔”

اور یہ وہ کلمہ ہے کہ جس کے بغیر انسان کی نجات اور خلاصی ممکن نہیں۔

اور یہی وہ کلمہ ہے کہ اگر اسے ترازو کے ایک پلڑے میں رکھا جائے اور دوسری طرف زمین و آسمان رکھ دیے جائیں تو زمین و آسمان ہلکے ہو جائیں گے اور یہ کلمہ بھاری ہو جائے گا۔

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو عن النبي صلى الله عليه وسلم ، وفيه أنه قال: آمُرُكَ بِلاَ إِلَهَ إِلاَّ الله،

فَإِنَّ السَّمَاوَاتِ السَّبْعَ وَالأَرَضِينَ السَّبْعَ، لَوْ وُضِعْنَ فِي كِفَّةٍ وَوُضِعَتْ لاَ إِلَهَ إِلاَّ اللَّهُ فِي كِفَّةٍ لَرَجَحَتْ بِهِنَّ، وَلَوْ أَنَّ السَّمَاوَاتِ السَّبْعَ وَالأَرَضِينَ السَّبْعَ كُنَّ حَلْقَةً مُبْهَمَةً

لَقَصَمَتْهُنَّ لاَ إِلَهَ إِلاَّ اللَّهُ، وَسُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهِ، فَإِنَّهَا صَلاَةُ كُلِّ شَيْءٍ، وَبِهَا يُرْزَقُ كُلُّ شَيْءٍ، (٢) (الأدب المفرد ٥٤٨)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

“میں تمہیں لا إله إلا الله کا حکم دیتا ہوں، کیونکہ اگر ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں ایک پلڑے میں رکھ دی جائیں اور لا إله إلا الله دوسرے پلڑے میں رکھا جائے تو یہ (کلمہ) ان سب پر بھاری ہوجائے۔

اور اگر ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں ایک مضبوط بند حلقے کی مانند ہوں تو لا إله إلا الله اور سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهِ انہیں ٹکڑے ٹکڑے کر دے۔ — یہ ہر مخلوق کی نماز ہے اور اسی کے ذریعے ہر چیز کو رزق دیا جاتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب سے بہترین ذکر “لا إله إلا الله” ہے— اور یہ کتنا آسان اور کتنا برکت والا ذکر ہے!

عن طَلْحَةَ بْنَ خِرَاشٍ، قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ، رضى الله عنهما يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم يَقُولُ " أَفْضَلُ الذِّكْرِ لاَ إِلَهَ إِلاَّ اللَّهُ وَأَفْضَلُ الدُّعَاءِ الْحَمْدُ لِلَّهِ (رواه الترمذي٣٣٨٣#)

لا إله إلا الله کی ایک تسبیح میں پانچ دس منٹ بھی نہیں لگتے؛ پانچ دس منٹ میں پوری ایک تسبیح پڑھ سکتے ہیں۔ اسی طرح چھ سات منٹ میں استغفر الله کی ایک تسبیح پڑھ سکتے ہیں—

چاہے یوں کہیں: استغفر الله الذي لا إله إلا هو،

یا 'استغفر الله'، یا 'استغفر الله العظيم' کہیں۔

اور درود شریف—جس کا حق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہم پر لازم ہے—سو مرتبہ پڑھنے میں سات آٹھ منٹ بھی نہیں لگتے۔

لیکن شیطان ہمیں یہ سب کرنے نہیں دیتا۔

سورۂ ناس میں اللہ تعالیٰ نے شیطان کو "الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ" فرمایا ہے— یعنی بار بار وسوسہ ڈال کر پھر (ذکرِ الٰہی پر) پیچھے ہٹ جانے والا۔

فرمایا:

مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ • الَّذِي يُوَسْوِسُ فِي صُدُورِ النَّاسِ۔

حدیث میں مذکور ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ :

"إِذَا نُودِيَ لِلصَّلاَةِ أَدْبَرَ الشَّيْطَانُ وَلَهُ ضُرَاطٌ حَتَّى لاَ يَسْمَعَ التَّأْذِينَ، فَإِذَا قَضَى النِّدَاءَ أَقْبَلَ، حَتَّى إِذَا ثُوِّبَ بِالصَّلاَةِ أَدْبَرَ، حَتَّى إِذَا قَضَى التَّثْوِيبَ أَقْبَلَ حَتَّى يَخْطُرَ بَيْنَ الْمَرْءِ وَنَفْسِهِ، يَقُولُ اذْكُرْ كَذَا، اذْكُرْ كَذَا. لِمَا لَمْ يَكُنْ يَذْكُرُ، حَتَّى يَظَلَّ الرَّجُلُ لاَ يَدْرِي كَمْ صَلَّى ". (رواه البخاري٦٠٨)

"جب نماز کے لیے اذان دی جاتی ہے تو شیطان پیٹھ پھیر کر بھاگ جاتا ہے، اور بھاگتے ہوئے اس کی ہوا تک نکلتی رہتی ہے، یہاں تک کہ وہ اذان کی آواز نہ سنے۔

پھر جب اذان ختم ہو جاتی ہے تو وہ واپس آتا ہے۔

اور جب نماز کے لیے اقامت کہی جاتی ہے تو پھر بھاگ جاتا ہے۔

پھر جب اقامت ختم ہو جاتی ہے تو وہ دوبارہ آتا ہے، یہاں تک کہ انسان اور اس کے دل کے درمیان وسوسے ڈالنے لگتا ہے۔

کہتا ہے: فلاں بات یاد کرو، فلاں بات یاد کرو—ایسی چیزیں جو اسے پہلے یاد نہ تھیں—یہاں تک کہ آدمی کو معلوم ہی نہیں رہتا کہ اس نے کتنی رکعتیں پڑھی ہیں۔"

یعنی کہ اذان کی آواز شیطان پر اس قدر گراں گزرتی ہے کہ وہ بھاگ اٹھتا ہے، حتیٰ کہ بھاگتے ہوئے اس کی ہوا تک نکلتی رہتی ہے۔لیکن جیسے ہی نماز شروع ہو جاتی ہے، شیطان دوبارہ آ جاتا ہے اور انسان کے دل میں وسوسہ ڈالتا ہے: "فلاں چیز یاد کرو، فلاں چیز یاد کرو"، یہاں تک کہ بندے کو یہ بھی معلوم نہیں رہتا کہ اس نے کتنی رکعتیں پڑھی ہیں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ مساجد کے اماموں پر رحم فرمائے کہ ان کی آواز کی وجہ سے ہمیں اندازہ ہو جاتا ہے کہ پہلی رکعت ہے یا دوسری۔ تکبیر کو قدرے طویل کرنے سے پتا چل جاتا ہے کہ کھڑے ہونا ہے۔ لیکن اگر کوئی امام ہردوئی والوں کی طرح بہت مختصر تکبیر پڑھے تو لوگ حیران رہ جاتے ہیں کہ بیٹھنا ہے یا کھڑا ہونا—کیونکہ عام طور پر یاد تو رہتا نہیں۔

یہ شیطان کے موجود ہونے کی ایک واضح دلیل ہے کہ اذان میں آدمی سے غلطی نہیں ہوتی، الاّ ما شاء اللہ کہ کوئی بہت ہی زیادہ پریشان ہو اورخیالات میں کھویا ہوا ہو—وہ تو شاذ و نادر بات ہے۔ نمازِ جماعت میں عام طور پر غلطی نہیں ہوتی، لیکن جب آدمی انفرادی نماز پڑھتا ہے تو بار بار سوچتا ہے: "میں نے دو رکعت پڑھی ہیں یا تین؟ یا شاید چار؟" اس لیے کہ انسان اپنے خیالات میں گم رہتا ہے۔

آیتِ کریمہ کی تشریح:

أَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ ٱللَّهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ أَصْلُهَا ثَابِتٌ وَفَرْعُهَا فِى ٱلسَّمَآءِ•"

تُؤْتِىٓ أُكُلَهَا كُلَّ حِينٍۭ بِإِذْنِ رَبِّهَا ۗ وَيَضْرِبُ ٱللَّهُ ٱلْأَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ• (إبراهيم ٢٤-٢٥)

آیتِ کریمہ میں یہ بیان فرمایا کہ یہ کلمۂ طیبہ—لا إله إلا الله محمد رسول الله—کھجور کے درخت کی مانند ہے۔ کھجور کے درخت کی ایک جڑ ہوتی ہے،

اور اس کلمے کی بھی جڑ ہے اور وہ ایمان ہے؛ یعنی اللہ تبارک و تعالیٰ پر پکا یقین۔

جس طرح کھجور کی جڑ مضبوط ہوتی ہے، اسی طرح لا إله إلا الله کی جڑ ایمان ہے۔

اور اس جڑ کے اوپر جو دوسرا درجہ ہے، وہ کھجور کا تنا (trunk) ہے—اسی طرح کلمۂ طیبہ کا تنا اقرار ہے:

لا إله إلا الله محمد رسول الله کہنا اور اس کا اقرار کرنا۔

حدیث میں آتا ہے کہ جیسے کھجور کا درخت بہت بلند ہوتا ہے، اسی طرح یہ کلمۂ طیبہ بھی اوپر بلند ہوتا جاتا ہے،

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ أُتِيَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم بِقِنَاعٍ عَلَيْهِ رُطَبٌ فَقَالَ " مَثَلُ كَلِمَةٍ طَيِّبَةٍ كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ أَصْلُهَا ثَابِتٌ وَفَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ تُؤْتِي أُكُلَهَا كُلَّ حِينٍ بِإِذْنِ رَبِّهَا قَالَ هِيَ النَّخْلَةُ .. (٣)

(رواه الترمذي ٣١١٩#)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک ٹوکری لائی گئی جس میں تازہ کھجوریں تھیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

“پاکیزہ کلمے کی مثال ایک پاکیزہ درخت کی مانند ہے؛

جس کی جڑ مضبوط ہوتی ہے اور اس کی شاخیں آسمان میں بلند ہوتی ہیں، وہ اپنے رب کے حکم سے ہر وقت پھل دیتا رہتا ہے۔”

پھر آپ ﷺ نے فرمایا: “وہ (پاکیزہ درخت) کھجور کا درخت ہے۔”

پھر کھجور کے تنے کے اوپر اس کی شاخیں ہوتی ہیں۔

اسی طرح کلمۂ طیبہ کی بھی شاخیں ہیں:

نماز کی شاخ، روزے کی شاخ، حج کی شاخ، زکوٰۃ کی شاخ، صدقات کی شاخ، معاشرت کی شاخ، آپس کے رہن سہن کی شاخ، معاملات کی شاخ، نکاح کی شاخ—بہت سی شاخیں!

اور ان شاخوں پر پتے ہوتے ہیں، جو سردی گرمی ہر موسم میں قائم رہتے ہیں۔

اسی طرح یہاں مراد وہ اعمال ہیں جو ہمیشہ کیے جاتے ہیں—یہ نہیں کہ صرف رمضان میں عمل کیا جائے اور پھر بعد میں چھٹی کر لی جائے۔

پھر ان پتوں کے اوپر پھل لگتا ہے۔ یہاں پھل سے مراد وہ اعمالِ صالحہ ہیں جو ہم کرتے ہیں؛ اور اللہ تعالیٰ ان اعمال کا ثواب اور برکت ضرور عطا فرماتے ہیں—دنیا میں بھی برکت دیتے ہیں اور آخرت میں بھی۔

امام قرطبیؒ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"وقال مجاهد أيضا وعكرمة : الشجرة النخلة ; فيجوز أن يكون المعنى : أصل الكلمة في قلب المؤمن - وهو الإيمان - شبهه بالنخلة في المنبت ، وشبه ارتفاع عمله في السماء بارتفاع فروع النخلة ، وثواب الله له بالثمر"

"اور مجاہد اور عکرمہ نے بھی فرمایا کہ:

یہ درخت کھجور کا درخت ہے۔

پس ممکن ہے کہ آیت کا معنی یہ ہو کہ:

مومن کے دل میں کلمہ کی جڑ — یعنی ایمان — کو کھجور کے درخت کی جڑ سے تشبیہ دی گئی ہے؛

اور اس کے عمل کے آسمان کی طرف بلند ہونے کو کھجور کے درخت کی بلند شاخوں سے تشبیہ دی گئی ہے؛

اور اللہ کی طرف سے اسے ملنے والے ثواب کو کھجور کے پھل سے تشبیہ دی گئی ہے"

اللہ تعالیٰ ہم سب کو لا إله إلا الله کی برکتوں سے نواز دے!

<u>حضرت مفتی محمود حسن رحمہ اللہ کی مکتوبات</u>

"یہ بھی حدیث میں آتا ہے کہ لا الہ الا اللہ میں زیادہ چیخنا نہیں چاہیے،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،

"اِنَّكُمْ لَا تَدْعُونَ أَصَمَّ وَلَا غَائِبًا" (٤)

تم اس اللہ کا ذکر نہیں کرتے ہو جو بہرے ہوں اور غائب ہوں، اس لیے اگر جہر کرتے ہو تو نرم طریقے پر ہو، زیادہ نہ ہو۔ اور اللہ تعالیٰ غائب بھی نہیں ہے، جو غائب ہو تو اس کو آدمی چیخ کر بلاتا ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ جب اللہ کا ذکر کرو،

"واذكر ربك في نفسك تضرعًا وخيفة ودون الجهر من القول" (سورة الأعراف ٢٠٥)

فی نفسك:

دل دل میں،

اور دوسرا ترجمہ یہ ہے: خالی ہو کر، اکیلے

اور **تضرعًا**

عاجزی کے ساتھ

وخیفةً

اور خوف کے ساتھ

ودون الجہر

اور معمول جہر ہو، اور الجہر بہت زیادہ جہر نہ ہو،

آگے فرماتے ہیں: (کسی نے سوال کیا کہ)

“ایک ضروری امر یہ کہ بعض مرتبہ بلکہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ذکر کی ہمت نہیں ہوتی، کبھی شروع تو کر دیا مگر دو چار تسبیح کے بعد تھک گیا” (نصیحت دیجئے)

جواب:

اتنا یاد رکھیں کہ بہت ہمت اور محنت کی ضرورت ہے،

قرآنِ کریم میں ہے — **وَلَذِكْرُ اللهِ أَكْبَرُ**

اللہ تعالیٰ کا ذکر زیادہ سے زیادہ ہمت و محنت سے کرنا چاہیے، جب تھکان محسوس ہو تو اللہ کی طرف متوجہ ہو کر دعا کریں:

“یا اللہ! تو قوت و ہمت عطا فرما، اور اپنا نام لینے سے محروم نہ فرما، ذکر کی ضرب اور آواز زیادہ بلند نہ کرے جس سے جلدی تھکان ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی مدد فرمائے۔”

و صل اللہ تعالیٰ علیہ و علی وآلہ وسلم

حواشی:

(١)عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ، قَالَ هَذَا مَا حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم فَذَكَرَ أَحَادِيثَ مِنْهَا وَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم :

"غَزَا نَبِيٌّ مِنَ الأَنْبِيَاءِ فَقَالَ لِقَوْمِهِ لاَ يَتْبَعْنِي رَجُلٌ قَدْ مَلَكَ بُضْعَ امْرَأَةٍ وَهُوَ يُرِيدُ أَنْ يَبْنِيَ بِهَا وَلَمَّا يَبْنِ وَلاَ آخَرُ قَدْ بَنَى بُنْيَانًا وَلَمَّا يَرْفَعْ سُقُفَهَا وَلاَ آخَرُ قَدِ اشْتَرَى غَنَمًا أَوْ خَلِفَاتٍ وَهُوَ مُنْتَظِرٌ وِلاَدَهَا .

قَالَ فَغَزَا فَأَدْنَى لِلْقَرْيَةِ حِينَ صَلاَةِ الْعَصْرِ أَوْ قَرِيبًا مِنْ ذَلِكَ فَقَالَ لِلشَّمْسِ أَنْتِ مَأْمُورَةٌ وَأَنَا مَأْمُورٌ اللَّهُمَّ احْبِسْهَا عَلَىَّ شَيْئًا . فَحُبِسَتْ عَلَيْهِ حَتَّى فَتَحَ اللَّهُ عَلَيْهِ - قَالَ - فَجَمَعُوا مَا غَنِمُوا فَأَقْبَلَتِ النَّارُ لِتَأْكُلَهُ فَأَبَتْ أَنْ تَطْعَمَهُ فَقَالَ فِيكُمْ غُلُولٌ فَلْيُبَايِعْنِي مِنْ كُلِّ قَبِيلَةٍ رَجُلٌ . فَبَايَعُوهُ فَلَصِقَتْ يَدُ رَجُلٍ بِيَدِهِ فَقَالَ فِيكُمُ الْغُلُولُ فَلْتُبَايِعْنِي قَبِيلَتُكَ . فَبَايَعَتْهُ - قَالَ - فَلَصِقَتْ بِيَدِ رَجُلَيْنِ أَوْ ثَلاَثَةٍ فَقَالَ فِيكُمُ الْغُلُولُ أَنْتُمْ غَلَلْتُمْ - قَالَ - فَأَخْرَجُوا لَهُ مِثْلَ رَأْسِ بَقَرَةٍ مِنْ ذَهَبٍ - قَالَ - فَوَضَعُوهُ فِي الْمَالِ وَهُوَ بِالصَّعِيدِ فَأَقْبَلَتِ النَّارُ فَأَكَلَتْهُ . فَلَمْ تَحِلَّ الْغَنَائِمُ لأَحَدٍ مِنْ قَبْلِنَا ذَلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى رَأَى ضَعْفَنَا وَعَجْزَنَا فَطَيَّبَهَا لَنَا "

(صحيح مسلم ١٧٤٧)

ہمّام بن مُنَبِّہ کہتے ہیں:

"یہ وہ احادیث ہیں جو ہمیں ابو ہریرہ (رضي الله عنه) نے رسول اللہ ﷺ سے بیان کیں۔"

اور اُن میں سے ایک یہ ہے:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"ایک نبی، انبیاء میں سے، جہاد کے لیے نکلے۔

انہوں نے اپنی قوم سے کہا:

'کوئی ایسا شخص میرے ساتھ نہ چلے جس نے کسی عورت سے نکاح کیا ہو لیکن ابھی اس کے ساتھ رخصتی نہ کی ہو اور وہ اس کی خواہش رکھتا ہو؛

اور نہ وہ شخص جس نے گھر بنایا ہو لیکن ابھی اس کی چھت نہ ڈالی ہو؛

اور نہ وہ شخص جس نے بکریاں یا حاملہ اونٹنیاں خریدی ہوں اور وہ اُن کے بچّے ہونے کا انتظار کر رہا ہو۔'

پھر وہ نکلے اور عصر کی نماز کے وقت — یا اس کے قریب — ایک بستی کے قریب پہنچ گئے۔

انہوں نے سورج سے کہا:

'تم بھی مامور ہو اور میں بھی مامور ہوں۔

اے اللہ! اسے کچھ دیر کے لیے میرے لیے روک دے۔'

چنانچہ سورج اُن کے لیے روک دیا گیا یہاں تک کہ اللہ نے اُنہیں فتح عطا فرمائی۔

پھر اُنہوں نے مالِ غنیمت جمع کیا، اور ایک آگ آئی کہ اسے کھا لے،

لیکن آگ نے اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

انہوں نے کہا:

'تم میں غُلول (مالِ غنیمت میں خیانت) موجود ہے۔

ہر قبیلے کی طرف سے ایک آدمی آکر مجھ سے بیعت کرے۔'

چنانچہ لوگوں نے بیعت کی، اور ایک آدمی کا ہاتھ نبی کے ہاتھ سے چپک گیا۔

انہوں نے فرمایا:

'تم میں غلول ہے، تمہارا قبیلہ آکر بیعت کرے۔'

چنانچہ اُس قبیلے نے بیعت کی، اور دو یا تین آدمیوں کے ہاتھ ان کے ہاتھ سے چپک گئے۔

انہوں نے فرمایا:

'تم ہی نے غلول کیا ہے۔' آخرکار وہ لوگ ایک گائے کے سر کے برابر سونے کا ٹکڑا لے آئے۔

انہوں نے اسے دیگر غنیمت کے مال کے ساتھ زمین پر رکھ دیا۔ پھر آگ آئی اور اس نے اسے کھا لیا۔

ہم سے پہلے کسی امت کے لیے مالِ غنیمت حلال نہیں تھا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہماری کمزوری اور ناتوانی کو دیکھ کر ہمارے لیے اسے حلال کر دیا۔"

— صحیح مسلم، حدیث 1747

---

(٢)عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ: كُنَّا جُلُوسًا عِنْدَ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم فَجَاءَ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْبَادِيَةِ عَلَيْهِ جُبَّةُ سِيجَانٍ، حَتَّى قَامَ عَلَى رَأْسِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم فَقَالَ: إِنَّ صَاحِبَكُمْ قَدْ وَضَعَ كُلَّ فَارِسٍ، أَوْ قَالَ: يُرِيدُ أَنْ يَضَعَ كُلَّ فَارِسٍ، وَيَرْفَعَ كُلَّ رَاعٍ، فَأَخَذَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم بِمَجَامِعِ جُبَّتِهِ فَقَالَ: أَلاَ أَرَى عَلَيْكَ لِبَاسَ مَنْ لاَ يَعْقِلُ، ثُمَّ قَالَ: إِنَّ نَبِيَّ اللهِ نُوحًا صلى الله عليه وسلم لَمَّا حَضَرَتْهُ الْوَفَاةُ قَالَ لِابْنِهِ: إِنِّي قَاصٌّ عَلَيْكَ الْوَصِيَّةَ، آمُرُكَ بِاثْنَتَيْنِ، وَأَنْهَاكَ عَنِ اثْنَتَيْنِ: آمُرُكَ بِلاَ إِلَهَ إِلاَّ اللَّهُ، فَإِنَّ السَّمَاوَاتِ السَّبْعَ وَالأَرَضِينَ السَّبْعَ، لَوْ وُضِعْنَ فِي كِفَّةٍ وَوُضِعَتْ لاَ إِلَهَ إِلاَّ اللَّهُ فِي كِفَّةٍ لَرَجَحَتْ بِهِنَّ، وَلَوْ أَنَّ السَّمَاوَاتِ السَّبْعَ وَالأَرَضِينَ السَّبْعَ كُنَّ حَلْقَةً مُبْهَمَةً لَقَصَمَتْهُنَّ لاَ إِلَهَ إِلاَّ اللَّهُ، وَسُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهِ، فَإِنَّهَا صَلاَةُ كُلِّ شَيْءٍ، وَبِهَا يُرْزَقُ كُلُّ شَيْءٍ، وَأَنْهَاكَ عَنِ الشِّرْكِ وَالْكِبْرِ، فَقُلْتُ، أَوْ قِيلَ: يَا رَسُولَ اللهِ، هَذَا الشِّرْكُ قَدْ عَرَفْنَاهُ، فَمَا الْكِبْرُ؟ هُوَ أَنْ يَكُونَ لأَحَدِنَا حُلَّةٌ يَلْبَسُهَا؟ قَالَ: لاَ، قَالَ: فَهُوَ أَنْ يَكُونَ لأَحَدِنَا نَعْلاَنِ حَسَنَتَانِ، لَهُمَا شِرَاكَانِ حَسَنَانِ؟ قَالَ: لاَ، قَالَ: فَهُوَ أَنْ يَكُونَ لأَحَدِنَا دَابَّةٌ يَرْكَبُهَا؟ قَالَ: لاَ، قَالَ: فَهُوَ أَنْ يَكُونَ لأَحَدِنَا أَصْحَابٌ يَجْلِسُونَ إِلَيْهِ؟ قَالَ: لاَ، قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، فَمَا الْكِبْرُ؟ قَالَ: سَفَهُ الْحَقِّ، وَغَمْصُ النَّاسِ.

[الأدب المفرد ٥٤٨#]

عطاء بن یسار نے عبداللہ بن عمرو (رضي الله عنهما) سے روایت کیا کہ انہوں نے کہا:

"ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک دیہاتی آدمی آیا، جس نے کھردرے اون کا لباس پہن رکھا تھا۔ وہ آ کر نبی ﷺ کے سر مبارک کے قریب کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا:

'آپ کے ساتھی نے ہر گھڑ سوار کو نیچا کر دیا ہے — یا اس نے کہا: وہ ہر گھڑ سوار کو نیچا کرنا چاہتا ہے — اور ہر چرواہے کو اوپر اٹھا دیا ہے۔'

نبی ﷺ نے اس کی قمیص کے گریبان کو پکڑا اور فرمایا:

'کیا میں تم پر ایسا لباس نہیں دیکھ رہا جو بے عقل لوگوں کا لباس ہوتا ہے؟'

پھر آپ ﷺ نے فرمایا:

'جب اللہ کے نبی نوح علیہ السلام کے پاس وفات کا وقت آیا، تو انہوں نے اپنے بیٹے سے کہا:

"میں تمہیں اپنی وصیت بیان کرنے لگا ہوں۔ میں تمہیں دو باتوں کا حکم دیتا ہوں اور دو باتوں سے منع کرتا ہوں۔

میں تمہیں لَا إِلٰهَ إِلَّا اللہ کا حکم دیتا ہوں، کیونکہ اگر ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں ترازو کے ایک پلڑے میں رکھ دی جائیں، اور لَا إِلٰهَ إِلَّا اللہ دوسرے پلڑے میں رکھا جائے، تو لَا إِلٰهَ إِلَّا اللہ ان سب پر بھاری ہو جائے گا۔

اور اگر ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں ایک مضبوط بند حلقہ بن جائیں، تو لَا إِلٰهَ إِلَّا اللہ اسے توڑ ڈالے گا۔

اور میں تمہیں سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهِ کی وصیت کرتا ہوں، کیونکہ یہ ہر چیز کی نماز ہے، اور اسی کے ذریعے ہر چیز کو رزق دیا جاتا ہے۔

اور میں تمہیں شرک اور تکبر سے منع کرتا ہوں۔"'

میں (عبداللہ بن عمرو) نے کہا — یا کہا گیا — 'یا رسولَ اللہ، ہمیں تو شرک معلوم ہے، لیکن تکبر کیا ہے؟ کیا یہ کہ ہم میں سے کوئی اچھا لباس پہنے؟'

آپ ﷺ نے فرمایا، 'نہیں۔'

'کیا یہ کہ کوئی اچھے تسموں والی اچھی جوتیاں پہنے؟'

آپ ﷺ نے فرمایا، 'نہیں۔'

'کیا یہ کہ کسی کے پاس سوار ہونے کا جانور ہو؟'

آپ ﷺ نے فرمایا، 'نہیں۔'

'کیا یہ کہ اس کے پاس لوگ بیٹھنے والے ساتھی ہوں؟'

آپ ﷺ نے فرمایا، 'نہیں۔'

'یا رسول اللہ، پھر تکبر ہے کیا؟'

آپ ﷺ نے فرمایا:

‘حق کا انکار کرنا اور لوگوں کو حقیر سمجھنا۔’’

— الأدب المفرد، حديث #548

*وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " قَالَ مُوسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ: يَا رَبِّ عَلِّمْنِي شَيْئًا أَذْكُرُكَ بِهِ وَأَدْعُوكَ بِهِ فَقَالَ: يَا مُوسَى قُلْ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فَقَالَ: يَا رَبِّ كلُّ عبادكَ يقولُ هَذَا إِنَّما أيد شَيْئًا تَخُصُّنِي بِهِ قَالَ: يَا مُوسَى لَوْ أَنَّ السَّمَاوَاتِ السَّبْعَ وَعَامِرَهُنَّ غَيْرِي وَالْأَرَضِينَ السَّبْعَ وُضِعْنَ فِي كِفَّةٍ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فِي كِفَّةٍ لَمَالَتْ بِهِنَّ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ". رَوَاهُ فِي شرح السّنة۔

(مشكوة المصابيح ٢٣٠٩)

حضرت ابو سعید خدری (رضي الله عنه) روایت کرتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

“موسی علیہ السلام نے عرض کیا:

‘اے میرے رب! مجھے کوئی ایسی بات سکھا دیجئے جس کے ذریعے میں آپ کا ذکر کروں اور آپ سے دعا مانگوں۔’

اللہ نے فرمایا:

‘اے موسیٰ! تم لَا إِلٰهَ إِلَّا اللہ کہو۔’

موسیٰ علیہ السلام نے کہا:

‘اے میرے رب! تیرے تمام بندے یہی کلمات کہتے ہیں۔ میں چاہتا تھا کہ کوئی ایسی چیز ہو جو صرف میرے لیے خاص ہو۔’

اللہ نے فرمایا:

‘اے موسیٰ! اگر ساتوں آسمان اور ان میں بسنے والے سب (میرے سوا)، اور ساتوں زمینیں ترازو کے ایک پلڑے میں رکھ دی جائیں،

اور لَا إِلٰهَ إِلَّا الله دوسرے پلڑے میں رکھا جائے،

تو لَا إِلٰهَ إِلَّا الله ان سب پر بھاری ہوگا۔'"

(مشكاة المصابيح، حديث #2309)

---

(٣)عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ:

أُتِيَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِقِنَاعٍ عَلَيْهِ رُطَبٌ، فَقَالَ:

"مَثَلُ كَلِمَةٍ طَيِّبَةٍ كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ أَصْلُهَا ثَابِتٌ، وَفَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ، تُؤْتِي أُكُلَهَا كُلَّ حِينٍ بِإِذْنِ رَبِّهَا."

قَالَ: هِيَ النَّخْلَةُ.

وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيثَةٍ اجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْأَرْضِ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ.

قَالَ: هِيَ الْحَنْظَلُ."

قَالَ: فَأَخْبَرْتُ ذَلِكَ أَبَا الْعَالِيَةِ، فَقَالَ: صَدَقَ وَأَحْسَنَ.

-سنن الترمذي ٣١١٩#

حضرت انس بن مالک (رضي الله عنه) روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں تازہ کھجوروں سے بھری ایک ٹوکری لائی گئی۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

"پاکیزہ کلمے کی مثال ایک پاکیزہ درخت کی طرح ہے:

اس کی جڑ مضبوط ہوتی ہے اور اس کی شاخیں آسمان کی طرف بلند ہوتی ہیں؛ وہ اپنے رب کے حکم سے ہر وقت پھل دیتا رہتا ہے۔"

پھر نبی ﷺ نے فرمایا:

"وہ پاکیزہ درخت کھجور کا درخت ہے۔"

اور آپ ﷺ نے فرمایا:

“اور ناپاک کلمے کی مثال اُس ناپاک درخت کی طرح ہے جسے زمین کی سطح سے اکھاڑ پھینکا گیا ہو اور جس کی کوئی مضبوطی نہ ہو۔”

آپ ﷺ نے فرمایا:

“وہ ناپاک درخت حنظل (بہت کڑوا بیری نما پھل) ہے۔”

راوی کہتے ہیں:

“میں نے یہ بات ابو العالیہ (رضي الله عنه) کو بتائی، تو وہ بولے: ‘اس نے سچ کہا اور نہایت خوب وضاحت کی ہے۔’”

—سنن الترمذی، حدیث #3119

---

(٤) عَنْ أَبِي مُوسَى الأَشْعَرِيِّ ـ رضى الله عنه ـ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم، فَكُنَّا إِذَا أَشْرَفْنَا عَلَى وَادٍ هَلَّلْنَا وَكَبَّرْنَا ارْتَفَعَتْ أَصْوَاتُنَا، فَقَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم " يَا أَيُّهَا النَّاسُ، ارْبَعُوا عَلَى أَنْفُسِكُمْ، فَإِنَّكُمْ لاَ تَدْعُونَ أَصَمَّ وَلاَ غَائِبًا، إِنَّهُ مَعَكُمْ، إِنَّهُ سَمِيعٌ قَرِيبٌ، تَبَارَكَ اسْمُهُ وَتَعَالَى جَدُّهُ ".

(صحيح البخارى # ٢٩٩٢)

حضرت ابو موسیٰ اشعری (رضي الله عنه) روایت کرتے ہیں:

ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے، اور جب بھی ہم کوئی اونچی جگہ چڑھتے یا کسی وادی کے کنارے آتے، تو ہم تَہلیل (لَا إِلٰهَ إِلَّا الله) اور تکبیر (اللهُ أَكْبَر) بلند آواز سے کہتے، اور ہماری آوازیں اونچی ہو جاتیں۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

“اے لوگو! اپنے اوپر نرمی کرو۔تم اُس ذات کو نہیں پکار رہے جو بہری ہو یا غائب ہو۔

وہ تو تمہارے ساتھ ہے —وہ بہت سننے والا، بہت قریب ہے۔ بہت بابرکت ہے اُس کا نام، اور بہت بلند ہے اُس کی شان۔"

— صحیح البخاری، حدیث #2992